ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ناول ٹیڑھی لکیر کا سوانحی پہلو: عصمت چغتائی اور شمن کے کردار کا تقابلی مطالعہ

THE AUTOBIOGRAPHICAL DIMENSION OF ISMAT CHUGHTAI'S "TERHI LAKEER": A COMPARATIVE STUDY OF THE AUTHOR AND THE CHARACTER OF SHAMAN

عمران خان[1]، ڈاکٹر سلمان علی[2]

ABSTRACT
This article examines the well-documented autobiographical dimension of Ismat Chughtai's celebrated Urdu novel "Terhi Lakeer" (The Crooked Line), focusing on the parallels between the novelist's own life, as recorded in her autobiography "Kaghazi Hai Pairahan" and various interviews, and the character of Shaman, the novel's central protagonist. Drawing on the research under review, the discussion traces convergences in family background — including the large number of siblings, the relative neglect experienced amid many children, and the emotionally distant, at times harsh, maternal relationship — as formative influences shared by both the author and her fictional counterpart. The article further explores the educational journeys of Ismat and Shaman, the role of elder-brother figures (Azim Beg Chughtai and Munnay Bhai) as intellectual mentors, shared indifference to conventional adornment and grooming, an early immersion in an environment of brothers that shaped a tomboyish and combative temperament, and the recurring motif of homosocial and homoerotic attachment — represented in the novel through Shaman's relationships with Rasul Fatima, Najma and Miss Charan, echoing the author's own recollected attachments to figures.The article also considers shared ideological commitments to progressive and left-leaning politics, opposition to purdah, critical engagement with religious orthodoxy on questions of gender inequality, and the beginnings of both women's professional lives as schoolteachers. Throughout, the article maintains that while numerous episodes and character traits in "Terhi Lakeer" mirror events and sentiments documented in Chughtai's non-fictional writings, the author herself resisted a simple equation of the novel with autobiography, insisting instead that the work was assembled from fragments of many women's lives besides her own.

عصمت چغتائی اردو افسانے اور ناول نگاری کی دنیا میں ایک ایسا نام ہیں جن کے قلم نے سماج کے دبے کچلے پہلوؤں کو بے باکی سے سامنے لایا۔ ان کا شاہکار ناول "ٹیڑھی لکیر" اسی جرأت اظہار کی ایک نمایاں مثال ہے۔ یہ ناول اپنی اشاعت کے وقت سے ہی اس بحث کا مرکز رہا ہے کہ آیا یہ عصمت چغتائی کی آپ بیتی ہے یا محض ایک تخلیقی کاوش۔ خود عصمت چغتائی نے متعدد انٹرویوز میں اس سوال کا سامنا کیا اور اکثر یہ کہا کہ کچھ لوگوں نے اسے ان کی آپ بیتی قرار دیا ہے اور اب انہیں خود بھی یہ آپ بیتی لگنے لگی ہے، تاہم انہوں نے یہ بھی واضح کیا کہ اس ناول کو لکھتے وقت انہوں نے شمن کے کردار کے ذریعے شمن کے دل میں اترنے کی کوشش کی، اس کے آنسو بہائے اور قہقہے بھی لگائے، اس کی کمزوریوں سے جل بھی اٹھیں اور اس کی ہمت کی داد بھی دی، چنانچہ ایسی صورت میں اگر وہ کہیں کہ یہ ان کی آپ بیتی ہے تو کچھ زیادہ مبالغہ نہیں (۱)۔

ناول کے پس منظر کے بارے میں ایک انٹرویو میں پوچھے جانے پر عصمت چغتائی نے بتایا کہ :

> "اس کی ابتدا میں ان کا اپنا بچپن ہے، اس کے بعد انہوں نے مختلف لڑکیوں کی کہانیوں کے ٹکڑے ٹکڑے لے کر اسے ایک کہانی کی شکل دی۔ اسی انٹرویو میں انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اس میں بہت سی باتیں ان کی اپنی تھیں اور انہیں یہ خوف بھی تھا کہ ان باتوں میں سے بہت سوں کے تعلق سے لوگ ان پر الزام تراشی کریں گے، اسی لیے انہوں نے کچھ باتیں الٹ پلٹ کر بھی لکھ دیں، مثلاً ممتاز آپا کا خاندان

---

[1] ۔ پی ایچ۔ ڈی اسکالر، شعبہ اُردو جامعہ پشاور

[2] ۔ صدرِ شعبہ اُردو، جامعہ پشاور

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

خاندان، شیخ عبداللہ کا خاندان وغیرہ"۔(۲)

ناول کا مرکزی کردار شمن دراصل عصمت چغتائی کے بچپن کا ہی عکس ہے، جس میں عصمت سے مماثل بہت سی خصوصیات موجود ہیں، اگرچہ عصمت اور شمن کی زندگیوں کے واقعات بالکل یکساں نہیں۔ عصمت گیارہ بھائی بہنوں میں نوے نمبر پر تھیں جبکہ ناول کا مرکزی کردار شمن ان میں سے آخری نمبر پر ہے۔اس تحقیق میں ڈاکٹر یوسف سرمست کی اس تحقیق سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جس میں انہوں نے وقوعات کی نہیں بلکہ کرداروں کے جذباتی اور نفسیاتی زاویوں کی مماثلت کو زیر بحث لایا ہے، اور جس میں ناول اور آپ بیتی دونوں سے حوالہ جات پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ناول کا مرکزی کردار شمن عصمت چغتائی کے بچپن کی نفسیاتی صورتحال سے کس قدر ہم آہنگ ہے۔(۳)

عصمت چغتائی زیادہ بچے پیدا کرنے کی مخالف تھیں، یعنی ان کا ماننا تھا کہ اپنی والدہ سے بھی ان کا یہی شکوہ رہا کہ اتنی زیادہ اولادکیوں پیدا کی گئی، تاہم دوسری طرف وہ اپنی والدہ کو اس کا قصوروار نہیں سمجھتی تھیں کیونکہ اس زمانے میں بچہ پیدا کرنے کے معاملے میں صرف مرد کی چلتی تھی۔اس بارے میں عصمت اور شمن دونوں کے خیالات بالکل یکساں ہیں۔ناول میں شمن کے کردار کے ذریعے اس تصور کا اظہار اس طرح ہوا ہے کہ :

> "اور یہ سب ابا کا قصور تھا کہ کیا مجال اماں دودھ پلا جائیں، ادھر بچہ پیدا ہوا۔ ادھر آگرے سے گوالن بلوائی۔ دودھ پلوئے اور بیگم کی پٹی سے پٹی جڑی رہے۔"(۴)

عصمت خود بھی اسی طرح کا احساس اپنی آپ بیتی میں رکھتی ہیں، جہاں وہ لکھتی ہیں کہ وہ اتنے سارے بچے تھے کہ ہر ایک کو والدہ کی توجہ ایک خاص انداز سے نہیں مل پاتی تھی، ایک کے بعد ایک وہ اس کی کوکھ سے چلتے چلے آئے تھے۔وہ لکھتی ہیں کہ ماں کم عمری میں پھیل کر چبوترا بن گئی تھی، تینتیس سال کی عمر میں وہ نانی بھی بن گئیں اور سزادر سزا جھیلنے لگیں، ان کے بچے نوکروں کی رحم و کرم پر پلتے تھے اور ان سے بے طرح مانوس تھے۔

عصمت چغتائی نے اپنی اکثر تخلیقات میں ماں کے کردار کو بے رحم، غصیلی اور مارنے والی صورت میں پیش کیا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عصمت کثیر اولاد گھرانے میں پیدا ہونے کی وجہ سے پیار حاصل نہ کر سکیں، اور یہی نفسیات ناول کے مرکزی کردار شمن کے بھی ہیں۔ شمن کی ماں کا کردار بھی ایک ایسی ماں کا ہے جو اگرچہ ماں کی ممتا کبھی ختم نہیں ہونے والا جذبہ ہے، اس میں کمی بھی نہیں آتی، لیکن چونکہ شمن کے لیے ممتا کے اظہار میں کمی آ گئی تھی اسی وجہ سے شمن کے حوالے سے ماں کا کردار ایک روایتی شفیق ماں کے کردار سے بالکل مختلف ایک سخت لہجے اور تحکمانہ ماں کا کردار بن گیا ہے۔ عصمت چغتائی کے ہاں ماں کا یہ روایتی تصور نہ پایا جانا دراصل اس فرسودہ معاشرتی نظام پر طنز ہے جو عورت کو محض تولیدی مشین بنا کر رکھ دیتا ہے۔ عصمت نے اس امر کا تجزیہ کیا ہے کہ کس طرح مرد کی بے پرواہی اور مطلق العنان حاکمیت کی وجہ سے عورت مسلسل جسمانی اور ذہنی اذیت جھیلتی ہے۔

عصمت کے لیے ماں کا سخت رویہ اختیار کرنا کئی وجوہات کی بنا پر تھا، ایک وجہ تو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ وہ ایک کثیر اولاد گھرانے میں پیدا ہوئی تھیں، دوسری وجہ طبیعت کا نارینا پن تھا کیونکہ ان کا بچپن لڑکیوں کے بجائے لڑکوں میں گزرا تھا اور ہمیشہ بھائیوں سے مقابلے کا رجحان فطری طور پر اس کی نفسیات میں شامل تھا، اس لیے اس عمر میں ان کی فطرت میں ایک قسم کا نرینہ پن پیدا ہو گیا تھا۔ سوانح میں اس بات کا ذکر کہ انہوں نے تو بھائیوں کے حلقے میں زندگی گزاری تھی، ان سے رفاقت تھی اور ان سے سبقت لے جانے کی قسم کھائی تھی، یہ صنف نازک انہیں ڈھونگ لگتی تھی، مصلحت انہیں جھوٹ معلوم ہوتی تھی،۔ صبر ذلت اور رکھ رکھاؤ سے وہ عاری تھی، انہوں نے ہاتھ میں مہندی رچا کر کبھی چوڑی نہیں پکڑی، وہ سنورنا، سنگھار کرنا اور رنگین کپڑے پہننا اپنی توہین سمجھتی تھیں، رنگ برنگے کپڑے پہننا بھی انہیں ایسا لگتا تھا جیسے وہ اپنے عیوب چھپا کر دھوکہ دے رہی ہوں۔ اس بات کو مزید مدلل اور واضح کر دیتا ہے۔

عصمت کو بناؤ سنگھار سے عدم دلچسپی نہیں بلکہ نفرت بھی تھی۔ عصمت کی اس عدم دلچسپی کی وجہ سے سہیلیاں انہیں اکثر یہ سمجھاتیں کہ ایسی حالت میں کوئی لڑکا بھی تم سے محبت نہیں کرے گا، وہ یہ بات تھوڑی بہت سمجھ بھی گئیں اور تھوڑا تھوڑا سنور کر بناؤ سنگھار شروع کر دیا، مگر بھائیوں نے چھیڑنا شروع کیا کہ یہ سب لڑکے پھنسانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں، اس لیے انہوں نے وہ بھی چھوڑ دیا۔

عصمت چغتائی اپنی تحریروں میں یہ بتاتی ہیں کہ ان سولہ سترہ برس کی طالبات کو خود کو خوبصورت بنانے کے لیے روایتی بناؤ سنگھار جیسے میک اپ کی قطعاً ضرورت نہیں ہوتی۔ انہیں اپنی زندگی میں سچے دوستوں کی کمی کبھی محسوس نہیں ہوئی، اور ان کی یہی گہری اور مخلص دوستیاں اکثر محبت اور عشق کی حدوں کو چھونے لگتی تھیں۔ روس کے سفر کے دوران وہ ایسی لڑکیوں سے ہوئی ملاقاتوں کا ذکر کرتی ہیں جو آرائش، میک اپ اور خوبصورتی کے تصورات میں

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

کوئی خاص دلچسپی نہیں رکھتی تھیں اور نہایت سادہ، عام سے اور کام چلاؤ کپڑے پہنتی تھیں، تو عصمت نے ان سے پوچھا کہ وہ آخر اپنا بناؤ سنگھار کیوں نہیں کرتیں۔ اس لڑکی نے معصومیت اور اعتماد سے بتایا کہ اسے بھی کبھی اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی، کیا وہ بدصورت لگتی ہے؟ عصمت نے جواب دیا کہ نہیں، لیکن اگر تم تھوڑا بناؤ سنگھار کرلو تو اور بھی زیادہ خوبصورت لگو گی۔ اس لڑکی نے نہایت وثوق، خوداعتمادی اور فخر کے ساتھ جواب دیا کہ وہ اپنا اصل مال پیش کرنے پر یقین رکھتی ہے، اس کی یہ اصلی دولت ہی کافی ہے، اور اس کی عورت ہونا ہی اسے کافی خوبصورت بناتا ہے، اسے کسی مصنوعی سنگھار کی ضرورت نہیں۔(۵)

یہ وصف شمن اور عصمت میں مشترک ہے۔ شمن کو بھی بناؤ سنگھار سے بالکل لگاؤ نہیں بلکہ اسے تو مٹی اور گرد سے پیار ہے اور وہ گندگی میں خوش رہتی ہے، اور یہ باغیانہ رجحان اس میں بطرزِ اتم موجود ہے۔ شمن کو صاف ستھرا لباس اور گھر کی قید سے شدید نفرت ہے، کھیتوں کی گیلی مٹی اصطبل کی بھیگی گھاس اور مرغیوں کے بدبودار ڈربے اسے اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ وہ بھنگن کی بیٹی پونیا کے ساتھ مل کر مٹی میں لوٹتی، سوکھے پتوں کی کٹوریاں بنا کر ریت کھاتی، اور گندلی مٹی کی سوندھی خوشبو سے تسکین پاتی ہے۔ یہ علامتی عمل دراصل معاشرتی بندشوں اور مصنوعی تہذیبی آداب کے خلاف ایک فطری بغاوت کا مظہر ہے جہاں ہیروئن مٹی کی طرف لوٹ کر اپنی ابتدائی اور آفاقی آزادی کا اعلان کرتی ہے۔

عصمت کی طرح شمن کے کردار میں بھی بڑے بھائی کی شخصیت کا گہرا اثر نظر آتا ہے۔ عصمت کی شخصیت سازی میں ان کا بہت اہم کردار تھا۔ وہ ہمیشہ عصمت پر اپنا اعتماد اور تحفظ برقرار رکھتے، اور وہ ان سے مرعوب رہیں۔ عظیم بھائی کے بارے میں۔ عظیم بیگ چغتائی ہمیشہ بیمار رہتے تھے اور عصمت کمزور ہونے کی وجہ سے باقی بھائیوں کے کھیل کود میں کوئی سرگرمیوں میں ان کا ساتھ نہیں دے سکتی تھیں، جبکہ عظیم بھائی اپنی بیماری کے باعث جسمانی طاقت میں دوسروں سے کچھ کمزور رہے۔ انہیں عصمت پر تھوڑی توجہ آئی اور انہوں نے عصمت کو ایک نئی راہ دکھائی۔ انہوں نے عصمت کو نصیحت کی کہ لڑکے تو محنت کر کے آگے نکل جاتے ہیں، لیکن تم ان کی طرح بننے کی کوشش کیوں نہیں کرتی؟ تعلیم اور پڑھائی کے میدان میں ان کا مقابلہ کرو، وہاں تم ان سے آگے نکل سکتی ہو۔

یہی تعلق ناول میں شمن اور اس کے بڑے بھائی (منے بھائی / عظیم بیگ چغتائی کی شباہت والا کردار) کے مابین نظر آتا ہے۔ عظیم بھائی کی تربیت اور حوصلہ افزائی کی بدولت عصمت نے قرآنِ پاک کا ترجمہ، احادیث، اسلامی تاریخ اور عصری ادب کا گہرا مطالعہ کیا۔ گھر والوں بالخصوص والدہ کی مخالفت کے باوجود والد اور بڑے بھائی کی پشت پناہی نے عصمت کو فکری طور پر خود مختار بنا دیا۔

عظیم بھائی آفس سے آکر بھی گھنٹہ دو گھنٹہ عصمت سے ادھر ادھر کی باتیں کیا کرتے تھے، انہوں نے سنجیدہ و خشک مضامین چھوڑ کر کہانیاں لکھنا شروع کر دی تھیں، جو کام سنجیدہ مضامین سے نہ ہو سکا وہ ان کہانیوں نے کر دکھایا، ان کہانیوں نے عصمت کی نفسیات پر گہرا اثر ڈالا اور ان کی روح کو ایک نئی اور انوکھی روش بخشی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے ذہن میں ایک ایسی مثالی اور آزادانہ عورت کا تصوّر ابھرا جس کے خدوخال ہمیں شمن میں نظر آتے ہیں۔

عصمت اور شمن دونوں میں سب سے دلچسپ مماثلت ان کا تعلیمی سفر ہے۔ عصمت نے تعلیم کے آغاز میں گھر میں فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔۔۔ اور اس کا ذکر انہوں نے کچھ یوں کیا ہے کہ ان کے والدین نے یہ سمجھ لیا تھا کہ ہم اس بنتی کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے، اس پر انہوں نے کہا کہ اب کیا کرو گی تم پھر؟ عصمت نے کہا کہ سبھی بھائی پڑھتے ہیں میں بھی پڑھوں گی۔ ان کے مولوی صاحب مہینہ بھر تک عصمت کو پڑھاتے رہے اور اس مہینے میں صبح و شام عصمت نے اتنا پڑھا کہ اسکول میں تیسری جماعت میں پروموشن ملا اور وہ چوتھی جماعت میں آگئیں۔(۶)

اس کے بعد عصمت نے ہائی اسکول اور ایف اے کی تعلیم علی گڑھ کے عبداللہ گرلز کالج سے حاصل کی اور بی اے کے لیے ازابیلا تھوبڑ کالج گئی جہاں انہوں نے بی اے اور آئی ٹی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے لیے ان کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ ان کے والدین اس بات پر راضی نہیں تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے یہ تعلیم حاصل کی جو کہ ایک ضدی عورت ہونے کی دلیل ہے۔ پڑھائی کے سلسلے میں عظیم بیگ چغتائی نے اس کی بہت مدد کی، وہ خود اس بات کا اعتراف کئی انٹرویو میں کر چکی ہیں، کہتی ہیں کہ :

> ”میرے گرو عظیم بیگ چغتائی تھے، انہوں نے اپنی اولاد سے زیادہ تر میری تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دی، اور میرے خیالات کو روشنی بخشی۔“(۷)

اس خوش قسمتی کی بات یہ تھی کہ عصمت چغتائی کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے گرلز کالج میں داخلہ مل گیا، اس دور میں علی گڑھ سے تعلیم حاصل

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

کرنے والی لڑکیوں کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ علی گڑھ میں اس وقت ایف۔اے تک بندوبست تھا۔اس وجہ سے عصمت کو لکھنؤ کو جانا پڑا اور وہاں ازابیلا تھوبڑ کالج سے بی۔اے کیا۔ عصمت اور شمن میں ایک اور زیرِ بحث مماثلت ہم جنس رغبت کے موضوع سے متعلق ہے۔ عصمت اپنی زندگی میں مختلف لڑکیوں کے ساتھ گہری جذباتی وابستگی رہی۔اس کا پتہ ہمیں ناول میں بیان کیے گئے واقعات، کردار اور اُن کرداروں کے حلیوں کے بیان سے چلتا ہے۔ عصمت نے جس جزئیات کے ساتھ اکثر لڑکیوں کے جسم کے پیچ و خم کو بیان کیا ہے وہ قاری کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔

اس ضمن میں سب سے بڑی اہمیت رسول فاطمہ اور مس چرن کے کرداروں کی ہے جو شمن کی روم میٹ تھیں۔ناول میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ شمن سعادت کے ساتھ کمرے میں بیٹھی ہوتی ہے، اسی اثنا میں ایک بچی چھٹی لے کر آتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ رسول فاطمہ آپا نے بھیجی ہے۔ شمن جب چھٹی کھول کر دیکھتی ہے تو اس میں بے پناہ محبت کا اظہار ہوتا ہے جس سے شمن حیران رہ جاتی ہے۔رسول فاطمہ کے ساتھ شمن کی محبت اسی ہم جنس پسندی کے جذبے پر مبنی ہے، اور یہ وصف عصمت نے پہلی بار شمن کے اندر ہم جنس پسندی کے پہلو کو جگہ دینے اور پروان چڑھنے کا موقع دکھایا ہے۔

اسی طرح شمن کی زبان پر مس چرن کا نام ہمیشہ رہتا تھا۔ استانی کا ذکر ناول میں کچھ یوں ہے۔ مس چرن کو دیکھتے ہی شمن کا دل بے اختیار ان کی طرف مائل ہو جاتا، وہ جہاں کہیں بھی ہوتیں، شمن کو ان کی موجودگی کا احساس اپنی رگوں میں دوڑتے ہوئے خون اور دھڑکن کی طرح محسوس ہوتا۔ اس تحقیق میں ان تمام تعلقات کو ہم جنس پرستی کے پہلو سے تعبیر کیا گیا ہے، اور مس چرن کے کردار کے توسط سے عصمت نے پہلی بار شمن کے اندر ہم جنس پرستی کے پہلو کو جگہ دینے اور پروان چڑھنے کا ذریعہ بنایا ہے، جس طرح شمن رسول فاطمہ کی ہم جنسی رجحان پر مبنی حرکات سے نفرت کرتی تھی، وہ مس چرن کے لیے ویسی ہی باتیں محسوس کرتی تھی، یعنی اس طرح عصمت نے شمن کو جنسی رجحان کا کردار بھی دکھایا ہے۔ عصمت اور شمن دونوں کا بچپن لڑکیوں کی بجائے لڑکوں کے درمیان گزرا، جس نے ان کی طبیعت میں ایک قسم کی سختی اور نرینہ پن پیدا کیا۔اس ماحول کے سبب دونوں کرداروں میں مردانہ رویوں کی جھلک نمایاں ہے۔ عصمت کے کردار میں یہ خصوصیت ان کی زندگی بھر برقرار رہی، اور یہی وصف شمن کے کردار میں بھی نمایاں طور پر جھلکتا ہے، جو مردوں جیسی سختی، مقابلہ بازی اور بے باکی کا مظہر ہے۔

عصمت اور شمن میں گھر میں پکارے جانے والا نام بھی ایک اور مشترک نکتہ ہے۔ عصمت کو گھر میں بھتنی کہا جاتا تھا اور شمن کو بھی بھتنی کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ناول سے اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> ''چنن منن وہ ہر وقت منمناتی ہی رہتیں جیسے کسی نے بھتنی کو ڈبے میں قید کر دیا ہو۔اس لیے سب نے اس کا نام ''بھتنی'' رکھ دیا۔''(۸)

عصمت پردے کی مخالف تھیں اور اپنی آپ بیتی میں ایک واقعہ کا ذکر کرتی ہیں کہ ایک بار انہیں دوران سفر گھر والوں کے دباؤ کی وجہ سے پردہ کرنا پڑ گیا۔اس کا ذکر وہ یوں کرتی ہیں کہ اس سفر میں سب سے زیادہ ہیمالہ ان کی جان پر بیت رہا تھا۔ مجھے پہلی بار حجاب اوڑھنا پڑا تھا، اور یقین کیجیے کہ اس ذلت نے مجھے کئی بار ریل کی پٹری پر کٹ جانے کی صلاح دی تھی۔ سخت کوفت میں مبتلا تھیں۔ عظیم بھائی ان دنوں قرآن و پردہ، حدیث و پردہ لکھ کر کافی پٹ چکے تھے۔ پردے کی مخالفت اور موافقت میں زور و شور کی بحثیں چل رہی تھیں۔

اسی طرح شمن بھی پردے کی مخالف ہے، وہ عورت کو مرد کے مساوی سمجھتی تھی۔ شمن کے نزدیک عورت کی ثانوی حیثیت اور مرد کی بالادستی ایک ناقابل برداشت جبر ہے۔ شادی کے ادارے پر تنقید کرتے ہوئے شمن کہتی ہے کہ نکاح نامے اور شادیاں دراصل عورت کی روح اور جسم کا سودا کرنے کے مترادف ہیں جو طوائف کے بازار اور گھریلو زندگی میں کوئی بنیادی فرق نہیں رہنے دیتے۔

عصمت نے اپنی آپ بیتی کے آخری حصے میں عورت کی نچلی حیثیت پر تلخ کاٹ دار طنز کیا ہے، اور یہی خیالات ناول میں شمن کے کردار کی زبانی بھی سامنے آتے ہیں، جہاں وہ عورت کی سماجی حیثیت اور اس کے استحصال پر سخت تنقید کرتی ہے، اور شادی کے ادارے کو بھی عورت کی آزادی کے لیے ایک بندش کے طور پر دیکھتی ہے۔

عصمت چغتائی ایک ترقی پسند گروہ سے تعلق رکھتی تھیں، اور انہوں نے اپنی آپ بیتی میں کئی جگہ اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ رشیدہ جہاں ان کی آئیڈیل ہیں اور وہ اس کی گرویدہ ہیں، جبکہ ناول کا مرکزی کردار شمن بھی ترقی پسند گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ عصمت چغتائی انجمن ترقی پسند مصنفین سے وابستہ تھیں اور ان کا فکری زاویہ ہمیشہ سرمایہ دارانہ نظام، جاگیر دارانہ استحصال اور مذہبی و معاشرتی منافقت کے خلاف رہا۔ ٹیڑھی لکیر میں شمن کی ترقی پسند

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

یونین کی نشستوں میں شرکت، غریب طبقے کی مسائل پر غور وفکر اور روایتی اقدار پر تنقید اسی فکری تسلسل کا حصہ ہے۔

عصمت اور شمن دونوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز تدریس یعنی معلمی سے کیا۔ عصمت اسکول کی ہیڈ مسٹرس بھی رہیں اور پرنسپل بھی رہیں۔ اس بارے میں وہ بتاتی ہیں کہ جب وہ جاورہ پہنچیں تو وہاں دھوم مچ گئی بی اے پاس اور وہ بھی مسلمان لڑکی، ایسا جانور بھی کبھی ریاست میں نظر نہیں پڑا تھا۔ نواب صاحب نے فوراً انہیں سو روپے ماہوار پر ضلع اسکول کی ہیڈ مسٹرس کا عہدہ دے دیا۔

اسی طرح ناول کا مرکزی کردار شمن بھی جب دیکھتے ہیں تو اس نے بھی اپنی عملی زندگی کا آغاز معلمی میں سے کیا، جہاں اسکول کی عمارت ایک در و دیوار والی بے کار کوٹھی تھی۔ جہاں عصمت پڑھاتی تھیں وہاں ایک ٹیچر رضیہ بیگم بھی تھیں، جن کے بارے میں لوگوں کا گمان تھا کہ ان کا منیجر کے ساتھ چکر ہے، اسی وجہ سے نہ پڑھانے کے باوجود بھی منیجر انہیں پینتیس روپے ماہوار دیتے تھے۔ ناول میں بھی اسی طرح کا کردار موجود ہے جس کا نام اور ماہوار تنخواہ بالکل اسی طرح بیان کیے گئے کردار سے مماثلت رکھتے ہیں، اس واقعے کے ذریعے در اصل عصمت نے معاشرتی منافقت اور طنز کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ اس عہد کے تعلیمی اداروں اور جاگیر دارانہ اثرات کی تاریک سچائیوں کو بے نقاب کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں مشترک ہیں، مثال کے طور پر عصمت کے بچپن میں ایک ہندو سہیلی تھی جس کا نام سوشی تھا، اس کا ذکر انہوں نے ناول میں پریما کی صورت میں کیا ہے، اس میں اس بات کی جھلک ناول میں بھی موجود ہے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جو عصمت کے سوانحی عناصر کی طرف اشارہ کرتی ہیں، مثال کے طور پر ہندو تہواروں کا ذکر اور مسلمانوں کا اپنے بچوں کو ہندو کے تہواروں میں کھانا کھانے سے منع کرنا وغیرہ۔

عصمت چغتائی کا ناول ٹیڑھی لکیر محض ایک تخلیقی کاوش نہیں بلکہ اس میں مصنفہ کی اپنی زندگی کے کئی گہرے نقوش موجود ہیں۔ خاندانی پس منظر، ماں سے محرومی کا احساس، بناؤ سنگھار سے بے اعتنائی، بڑے بھائی کی رہنمائی، تعلیمی جدوجہد، مردانہ ماحول میں پرورش، ہم جنس جذباتی وابستگیاں، پردے اور مساوات مرد وزن سے متعلق نظریات، اور بالآخر تدریس کے پیشے سے عملی زندگی کا آغاز، یہ تمام پہلو ناول کے مرکزی کردار شمن اور خود عصمت چغتائی کی زندگی میں حیرت انگیز طور پر ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔

تاہم اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ عصمت چغتائی نے خود بار بار یہ واضح کیا کہ یہ ناول من و عن ان کی آپ بیتی نہیں بلکہ مختلف لڑکیوں کی زندگیوں کے ٹکڑوں سے تشکیل دی گئی ایک تخلیقی کاوش ہے۔ اس تحقیق کے حوالے سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ٹیڑھی لکیر ایک ایسی تخلیق ہے جس میں سوانحی اور تخلیقی عناصر اس طرح گندھے ہوئے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان حدِ فاصل کھینچنا مشکل ہو جاتا ہے، اور یہی امتزاج اس ناول کو ادبی اعتبار سے مزید معتبر اور دلچسپ بناتا ہے۔

یہ ناول محض ایک فرضی کہانی نہیں بلکہ یہ مصنفہ کی روح، ان کے تجربات، مشاہدات اور ان کے عہد کا ایک شفاف ترین آئینہ ہے۔ سوانح اور فکشن کا یہ امتزاج اردو ادب میں اس اعتبار سے منفرد ہے کہ عصمت نے اپنے ذاتی کوائف کو چھپانے کے بجائے انہیں اپنے فن کی بھٹی میں تپا کر عالمگیر انسانی تجربے میں بدل دیا۔ شمن کا کردار عصمت چغتائی کی ذات کا ایک توانا اور باغی روپ ہے جس نے پدر شاہی معاشرے، فرسودہ روایات، جنسی الجھنوں اور طبقاتی ناانصافیوں کے خلاف جو علم بلند کیا وہ اُردو فکشن کی تاریخ میں ہمیشہ روشن رہے گا۔

حوالہ جات

۱۔ عصمت چغتائی، پیش لفظ، مشمولہ ٹیڑھی لکیر، آرآر پرنٹرز، لاہور، ص۶

۲۔ عصمت چغتائی، انٹرویو از طاہر مسعود، مشمولہ عصمت چغتائی شخصیت اور فن، مرتبہ: ڈاکٹر ایم۔ سلطانہ بخش، ص۴۴۵۔۴۴۶

۳۔ ڈاکٹر یوسف سرمست، عصمت چغتائی کی ناول نگاری، ص۴۷۷۔۴۸۱

۴۔ عصمت چغتائی، مشمولہ ٹیڑھی لکیر، آرآر پرنٹرز، لاہور، ص۸

۵۔ عصمت چغتائی، کاغذی ہے پیرہن، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۵ء، ص۲۹

۶۔ عصمت چغتائی، آدھی عورت آدھا خواب، بیسویں صدی پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۸۶ء، ص۱۱۔۱۲

۷۔ ڈاکٹر محمد اشرف، اردو فکشن کے ارتقا میں عصمت چغتائی کا حصہ، ص۲۱

۸۔ عصمت چغتائی، مشمولہ ٹیڑھی لکیر، آرآر پرنٹرز، لاہور، ص۱۲